باب 8

حاشیہ بندی کا مقابلہ کرنا

ہم پچھلے باب میں دو مختلف گروہوں اور ان کے تئیں عدم مساوات اور امتیازی سلوک کے تجربات کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ کمزور ہونے کے باوجود ان گروہوں نے مقابلہ کیا، احتجاج کیا اور الگ تھلگ پڑ جانے اور غیروں کے غلبے کے خلاف جدو جہد کی۔ انھوں نے اپنی طویل تاریخ میں حالات پر قابو پانے کے لیے حسبِ موقع کئی طرح کی تدابیر اختیار کیں۔ مذہبی تسکین، مسلح جدو جہد، خود اصلاحی، تعلیمی اور معاشی ارتقا کے طرح طرح کے راستے اختیار کیے۔ جدوجہد کا کون سا مخصوص طریقہ منتخب کیا جائے، ہر ایک معاملے میں جدوجہد کی نوعیت کا انتخاب ان حالات پر منحصر ہوتا ہے جن میں حاشیہ بند لوگ رہتے ہیں۔

اس باب میں، ہم کچھ ایسے طریقوں کے بارے میں پڑھیں گے جن کے ذریعے گروہ بنا کر یا انفرادی طور پر لوگ موجودہ عدم مساوات کو چیلنج کرتے ہیں۔ آدی واسی، دلت اور مسلمان، عورتیں اور دوسرے حاشیہ پر رکھے گئے گروہوں نے تسلیم کیا ہے کہ صرف ایک جمہوری ملک کے شہری ہونے کی بنا پر ہی انھیں برابری کا حق حاصل ہے جس کا لحاظ رکھا جانا چاہیے۔ ان میں بہت سے لوگ آئین کو بنیاد بنا کر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ اس باب میں ہم دیکھیں گے کہ ہندوستان کے آئین کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حاشیہ بند لوگوں کو جدو جہد کا حوصلہ دیتا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ اس کے ایک جز کے طور پر حقوق کیسے قوانین کی شکل میں تبدیل ہوتے ہیں تاکہ مسلسل استحصال کا شکار رہنے والوں کی حفاظت کی جا سکے۔ اور ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ حکومت ایسے گروہوں کی ترقی کے لیے کون کون سی پالیسیاں وضع کرتی ہے۔

بنیادی حقوق کی ترغیب

آپ اس کتاب کے پہلے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ ہمارا دستور ایسے اصول فراہم کرتا ہے جو ہماری سوسائٹی اور سیاست کو جمہوری طریقہ اپنانے پر مائل کرتے ہیں۔ بنیادی حقوق کی فہرست میں ان اصولوں کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ یہ دستور کا ایک اہم حصہ ہے۔ بنیادی حقوق تمام ہندوستانیوں کو مساوی طور پر حاصل ہیں۔ جہاں تک حاشیہ بند گروہوں کا تعلق ہے انھوں نے ان حقوق سے دو طرح سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اوّل اپنے بنیادی حقوق کی بنیاد پر انھوں نے حکومت کو اپنے خلاف کی گئی ناانصافیوں کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا، دوسرے انھوں نے اصرار کیا کہ حکومت ان قوانین کو نافذ کرے۔ کچھ حالات میں حاشیہ بند گروہوں کی جدوجہد نے حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ ایسے نئے قوانین وضع کرے جو بنیادی حقوق کی روح کے مطابق ہوں۔

آئین کے آرٹیکل 17 کے مطابق چھوت چھات ختم کر دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب دلتوں کو نہ تو تعلیم حاصل کرنے سے کوئی روک سکتا ہے، نہ انھیں مندروں میں داخل ہونے سے منع کر سکتا ہے اور نہ عوامی سہولیات کا استعمال ان کے لیے ممنوع ہے وغیرہ۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ ذات پات کی تمیز کرنا غلط ہے اور یہ فعل کسی جمہوری حکومت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ دراصل چھوت چھات اب قانوناً جرم ہے۔

آئین میں دیگر آرٹیکل بھی ہیں جو چھوت چھات کے خلاف دلائل کو قوی بنانے میں معاون ہیں۔ مثلاً آئین کے آرٹیکل 15 میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے کسی شہری کے خلاف اس کے مذہب، نسل، ذات، جنس یا صنف یا جائے پیدائش کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں برتی جائے گی، (آپ اس کے بارے میں ساتویں جماعت کی درسی کتاب میں ''مساوات'' کے باب میں پڑھ چکے ہیں)۔ اس کا استعمال دلتوں نے مساوات حاصل کرنے کے لیے تب تب کیا جب انھیں یہ حق دینے سے انکار کیا گیا۔

اس طرح دلت بنیادی حقوق کا استعمال یا ان پر اعتماد ان حالات میں کر سکتے ہیں جہاں وہ محسوس کرتے ہوں کہ ان کے ساتھ کسی فرد یا جماعت یا خود حکومت کی طرف سے اچھا سلوک نہیں کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے کئی مرتبہ حکومت ہند کی توجہ آئین کی طرف دلائی بھی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ حکومت آئین کی پابندی کرے اور ان کے ساتھ انصاف کا سلوک کرے۔

دلت ایک اصطلاح ہے جس کے معنی ہوتے ہیں 'کچلا ہوا یا ٹوٹا ہوا'۔ یہ شعوری اور عملی طور پر ایسے گروہ کی زبوں حالی کو نمایاں کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جنھیں ذات پات کے نظام کے تحت صدیوں تفریق کا نشانہ بنایا گیا۔

اسی طرح دوسرے اقلیتی گروہوں نے آئین کے بنیادی حقوق والے حصّے پر بھروسا کیا ہے۔ انھوں نے خاص طور پر مذہب کی آزادی اور تہذیبی و تعلیمی حقوق کے وعدے پر اعتماد کیا ہے۔ جہاں تک تہذیبی اور تعلیمی حقوق کا تعلق ہے، اپنا الگ تشخص رکھنے والے تہذیبی اور مذہبی گروہ مثلاً مسلمانوں اور پارسیوں کو اپنے تہذیبی اثاثہ کی حفاظت کا حق حاصل ہے۔ مزید برآں انھیں یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ یہ تہذیبی اثاثہ کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس طرح مختلف طرح کے تہذیبی حقوق تسلیم کرکے آئین نے ایسے گروہوں کے ساتھ تہذیبی انصاف کو یقینی بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اکثریت ان گروہوں کی تہذیب پر حاوی نہ ہو جائے اور اسے ختم نہ کردے۔

حاشیہ بند لوگوں کے لیے قوانین

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حکومت شہریوں کے تحفظ کے لیے قوانین وضع کرتی ہے۔ لیکن کارروائی کرنے کا یہی ایک طریقہ نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں حاشیہ بند افراد کے لیے مخصوص قوانین اور پالیسیاں ہیں۔ ایسی پالیسیاں اور منصوبے بھی ہیں جو دوسرے ذرائع کی رہینِ منّت ہیں۔ مثلاً کمیٹیوں کا قیام یا سروے کرانا وغیرہ۔ حکومت ان کی بنیاد پر ان منصوبوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے تاکہ مخصوص گروہوں کو مواقع حاصل ہوں۔

سماجی انصاف کا فروغ

دستور کے نفاذ کے ایک جز کے طور پر ریاستی اور مرکزی حکومتیں قبائلی علاقوں اور دلتوں کی کثیر آبادی والے خطوں کے لیے مخصوص پالیسیوں کو جاری کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر حکومت دلت اور آدی واسی گروہوں کے لیے مفت یا معمولی فیس پر ہاسٹل کی سہولت فراہم کرتی ہے تاکہ وہ ان تعلیمی سہولتوں سے استفادہ کرسکیں جن سے وہ اپنے علاقے میں محروم رہتے ہیں۔ مخصوص سہولتوں کی فراہمی کے علاوہ حکومت قوانین کے ذریعے ایسے اقدامات بھی کرتی ہے جن سے سماج میں عدم مساوات ختم ہو سکے۔ ایسی ہی ایک پالیسی (Policy) ریزرویشن کی پالیسی ہے جو آج کے ماحول میں نمایاں اور نزاعی بن چکی ہے۔ تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں دلتوں اور آدی واسیوں کے لیے جگہیں مخصوص کرنے کا قانون ایک اہم دلیل پر مبنی ہے۔ ہمارے جیسے سماج میں جہاں صدیوں سے آبادی کے

درج ذیل نظم مہاراشٹر کے چودھویں صدی کے مشہور بھکتی شاعر چوکھا میلا کی بیوی سوئرا بائی کی ہے۔ ان کا تعلق مہار ذات سے تھا جسے اس وقت اچھوت سمجھا جاتا تھا۔

ان کا کہنا ہے جسم ناپاک ہے
صرف روح صاف ہے
لیکن جسم کی ناپاکی تو جسم کے اندر ہی پیدا ہوتی ہے
.........کس مذہبی رسم سے جسم پاک ہوگا؟
ہر پیدا ہونے والا نفس خون میں ڈوبے ہوئے رحم میں پرورش پاتا ہے۔
یہ خداوند کریم کی قدرت ہے۔
ناپاکی تو اندر ہی ہے
اور جسم تو اندر ہی سے ناپاک ہوتا ہے،
مہاری چوکھا کا کہنا ہے کہ اس بات کو یقینی جانو۔

ماخذ: اوما چکرورتی، جینڈرنگ کاسٹ: تھرو اے فیمنسٹ لینس، استری، 2003 صفحہ 99

سوئرا بائی 'پاکی' کے بارے میں سوال اُٹھاتی ہے اور دلیل دیتی ہے کہ چوں کہ ہر انسان کی پیدائش ایک ہی طرح سے ہوتی ہے اس لیے ایک جسم کے پاک اور دوسرے کے ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ شاید یہ بھی کہنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ ''گندگی'' کا تصور تو ذات پات نظام کا ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعے بعض لوگوں کے لیے زمین، کام، علم، عزت وقار کا حصول ممنوع ٹھہرایا جاتا ہے۔ ناپاکی کا تعلق لوگوں کے پیشے سے نہیں بلکہ لوگوں کے خیالات، اقدار اور عقیدوں سے ہے۔

ایک حصے کو تعلیم اور روزگار حاصل کرنے کے مواقع سے محروم رکھا گیا ہو، ایک جمہوری حکومت کے لیے لازمی ہے کہ نئی صلاحیتوں اور معیشت کی ترقی کی خاطر مداخلت کرتے ہوئے ایسے گروہوں کی مدد کرے۔

ریزرویشن پالیسی کیسے کام کرتی ہے؟ پورے ہندوستان میں صوبائی حکومتوں کے پاس درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبیلوں اور پس ماندہ اور پس ماندہ ترین ذاتوں کی اپنی اپنی فہرست موجود ہیں۔ اسی طرح مرکزی حکومت کے پاس بھی اپنی ایک فہرست ہوتی ہے۔ طلبہ سے تعلیمی اداروں میں داخلے یا لوگوں سے سرکاری ملازمت کی امیدواری کے وقت توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی ذات یا قبیلے کے زمرے کا ایک تصدیق نامہ ذات اور قبیلہ ظاہر کرنے والے ایک فارم میں پیش کرے (بہت سے تعلیمی اور سرکاری ادارے بھی امیدواروں سے ان کی ذات اور قبیلے کے بارے میں سوال کرتے ہیں)۔ اگر کسی خاص دلت ذات یا قبیلے کا نام سرکاری فہرست میں شامل ہوتا ہے تو اس ذات یا قبیلے کے امیدوار کو ریزرویشن کا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

آپ کے نزدیک ریزرویشن دلتوں اور آدی واسیوں کو سماجی انصاف دینے میں کیوں اہم کردار ادا کرتا ہے؟ کوئی ایک سبب لکھیے؟

کالجوں، بالخصوص پیشہ ورانہ تعلیم والے اداروں، جیسے میڈیکل کالجوں میں داخلے کے لیے حکومت نمبروں میں تخفیف (Cut off) کا ایک معیار مقرر کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام دلت یا قبائل امیدوار داخلے کی اہلیت تو نہیں رکھتے لیکن انھوں نے اگر معقول حد تک بہتری کا مظاہرہ کیا ہے اور تخفیف کردہ (Cut off) نمبر سے زیادہ نمبر حاصل کیے ہیں تو وہ داخلے کے اہل ہیں۔ حکومتیں ان طلبہ کو خصوصی وظائف بھی دیتی ہیں۔ آپ نویں جماعت کی سیاسیات کی درسی کتاب میں پس ماندہ طبقات کے ریزرویشن کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں گے۔

اسکیموں کی فہرست	یہ اسکیم کس لیے ہے؟ آپ کے خیال میں سماجی انصاف کو ترقی دینے میں اس سے کس طرح مدد ملے گی؟
طلبا کے لیے وظائف	
خصوصی پولیس اسٹیشن	
سرکاری اسکولوں میں لڑکیوں کے لیے خصوصی اسکیمیں	

دلتوں اور آدی واسیوں کے حقوق کا تحفظ

پالیسیوں کے علاوہ ہمارے ملک میں خصوصی قوانین بھی ہیں جو حاشیہ بند فرقوں کو تفریق اور استحصال سے محفوظ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ آیئے ہم درج ذیل کیس کا مطالعہ کریں جسے ایک حقیقی زندگی کی سرگزشت سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس سے ہم سمجھ سکیں گے کہ قانون میں دیے گئے تحفظ کی مراعات کو دلت کس طرح استعمال میں لاتے ہیں۔

جک مال گُر گاؤں کے لوگ ایک بڑے تہوار کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ یہاں ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ مقامی دیوتا کی بڑی دھوم دھام سے پوجا کی جاتی ہے۔ پانچ دن کے اس تہوار میں پڑوس کے بیس گاؤں کے پجاری حصّہ لینے کے لیے آتے ہیں۔ تقریب کی شروعات یوں ہوتی ہے کہ ایک دلت پانی سے تمام پجاریوں کے پاؤں دھوتا ہے اور پھر اسی پانی سے غسل کرتا ہے۔ ایک بار جک مال گُر میں جس شخص نے یہ کام انجام دیا اس کا تعلق رتنم کے خاندان سے تھا۔ اس سے قبل اس کے والد اور دادا یہ کام انجام دے چکے تھے۔ اگرچہ انھیں مندر میں داخلے کی اجازت نہیں تھی لیکن اس تہوار کی اس رسم کو ان کے لیے بڑا اعزاز تصور کیا جاتا تھا۔ اب رتنم کی باری تھی۔ وہ بیس سال کا ہو چکا تھا اور ایک نزدیکی انجینئرنگ کالج میں زیرِ تعلیم تھا۔ اس نے یہ رسم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس نے کہا کہ اسے اس رسم پر بالکل اعتقاد نہیں ہے اور یہ کہ اس کے گھر کے افراد دلت ہونے کی وجہ سے یہ رسم انجام دینے کے لیے مجبور کیے جاتے تھے۔ رتنم کے انکار کرنے سے گاؤں کے اُونچی ذات والے اور خود اس کی ذات کے کچھ لوگ ناراض ہو گئے۔ اونچی ذات والوں کو اس بات سے بڑا دھکا پہنچا کہ اس چھوٹے بچے کی یہ ہمت کہ وہ انکار کرے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ رتنم کی تعلیم نے اسے یہ حوصلہ دیا ہے کہ وہ ان لوگوں سے اپنا مقابلہ کرے۔

رتنم کی برادری والے اونچی ذات والوں کے غضب سے خوفزدہ تھے۔ بہت سے تو ان کے کھیتوں میں مزدوری کرتے تھے۔ اگر اونچی ذات والوں نے ان سے کام نہ لینے کا فیصلہ کر لیا تو وہ اپنی روزی کے لیے کیا کریں گے؟ ان کی زندگی کیسے گزرے گی؟ انھوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اگر اس نے ہتھیار نہیں ڈالے یعنی رسم ادا نہ کی تو مقامی دیوتا کا عذاب اس پر نازل ہوگا۔ لیکن رتنم کی دلیل یہ تھی کہ جب دیوتا کو یہ معلوم ہے کہ کوئی دلت مندر میں کبھی داخل ہی نہیں ہوا تو وہ ان سے ناراض کیسے ہو سکتا ہے؟

آپ نے کتابوں میں کبیر کے دوہے پڑھے ہوں گے۔ کبیر پندرھویں صدی کے ایک شاعر تھے۔ وہ پیشے سے بنکر تھے اور ان کا تعلق بھکتی تحریک سے تھا۔ ان کی شاعری خدا کی محبت کا اظہار ہے جو رسم و رواج اور پنڈتوں کی اجارہ داری سے آزاد تھی۔ ان کی شاعری میں ان لوگوں پر بھی زبردست تنقید ہے جنھیں وہ طاقتور سمجھتے تھے۔ کبیر نے اپنی شاعری میں ان لوگوں پر بھی حملے کیے ہیں جنھوں نے لوگوں کو ان کے مذہب یا ان کی ذات کی مناسبت سے سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے خیال میں ہر شخص روحانی نجات کے بلند ترین مقام تک پہنچنے کی اہلیت اور اپنی ذات کا گہرا شعور رکھتا ہے۔ ان کی شاعری تمام انسانوں کی محنت اور مساوات کے بلند تصور پر مبنی تھی۔ ان کی تحریروں میں ایک معمولی کمہار، ایک بُنکر اور پانی بھرنے والی عورتوں کی محنت کی قدر کی گئی ہے۔ محنت وہ عنصر ہے جو کبیر کے نزدیک کائنات کو سمجھنے کی بنیاد ہے۔ ان کے براہ راست اور جرأت مندانہ چیلنج نے متعدد لوگوں میں جوش و جذبہ پیدا کیا۔ اتر پردیش، راجستھان، پنجاب، مدھیہ پردیش، بنگال، بہار اور گجرات میں دلت حاشیہ بند گروہ اور سماجی اونچ نیچ سے نفرت کرنے والے لوگ آج بھی کبیر کے دوہوں کو گاتے ہیں۔

طاقتور ذات والوں نے رتنم کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی برادری والوں کو حکم دیا گیا کہ اس کا اور اس کے خاندان کا حقّہ پانی بند کردیں (Ostracise) اور ہر شخص سے کہا گیا کہ کوئی ان کا کام نہ کرے اور نہ ان سے کلام کرے۔ ایک رات کچھ لوگ گاؤں کے اس حصہ میں داخل ہوئے جہاں وہ رہتا تھا اور انھوں نے اس کے جھونپڑے کو آگ لگا دی۔ رتنم کسی طرح اپنی ماں کے ساتھ بچ نکلا۔ وہ اس کے بعد مقامی تھانے میں شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائبس ایکٹ 1989 کے تحت معاملہ درج کرانے گیا۔ دوسرے دلت خاندان اب بھی اس کی حمایت میں نہیں آئے کیوں کہ وہ اس بات سے خوفزدہ تھے کہ اگر انھوں نے زبان کھولی تو ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔ یہ معاملہ مقامی میڈیا کی نظر میں آگیا جس کے نتیجے میں کئی صحافی گاؤں میں آئے۔ رتنم کو دلت احتجاج کی علامت قرار دیا گیا۔ رسم تو ختم کر دی گئی لیکن اونچی ذات والوں نے بائیکاٹ کا سلسلہ جاری رکھا۔ لہٰذا اس کے خاندان کے افراد کو گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔

آپ کے خیال میں رتنم کے اوپر اس رسم کی ادائیگی کے لیے جو دباؤ ڈالا گیا، کیا اس سے اس کے بنیادی حقوق مجروح ہوئے؟

آپ ایسا کیوں سمجھتے ہیں کہ دلت خاندان اونچی ذات والوں کو ناراض کرنے کی وجہ سے خوفزدہ تھے؟

درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل (انسداد مظالم) ایکٹ، 1989 رتنم نے قانون کا سہارا لیا۔ اس نے درج بالا ایکٹ کے تحت گاؤں کے اونچی ذات والوں کے غلبے اور مظالم کے خلاف اپنی شکایت درج کرائی۔

یہ ایکٹ 1989 میں دلتوں اور دوسرے لوگوں کے مطالبات کے نتیجے میں وضع کیا گیا تھا جس میں یہ بات کہی گئی تھی کہ دلتوں اور دوسرے قبائلی گروہوں کے ساتھ روزانہ کے برے سلوک اور بے عزتی کے خلاف حکومت کو سخت کارروائی کرنی چاہیے۔ اگر چہ ایسا سلوک تو عرصہ سے جاری تھا لیکن اس نے 1970 اور 1980 کی دہائی میں تشدد کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس عرصہ میں جنوبی ہندوستان کے کچھ حصّوں میں دلتوں کے کئی طاقتور گروہ وجود میں آئے اور انھوں نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی۔ انھوں نے برادری کے نام نہاد فرائض کو انجام دینے سے انکار کر دیا اور مساوی سلوک کا مطالبہ کیا۔ رتنم ہی کی طرح انھوں نے دلتوں کے لیے اہانت آمیز اور استحصال پر مبنی رسموں پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں ان کے خلاف اونچی ذات والوں کا تشدد بہت بڑھ گیا۔ حکومت پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اچھوتوں پر خوفناک مظالم اب بھی جاری ہیں، دلتوں نے نئے قوانین کا مطالبہ کیا جس میں دلتوں کے خلاف تشدد کے متعدد طریقوں کا شمار کراتے ہوئے ان لوگوں کے خلاف سخت سزا کا مطالبہ کیا گیا جو اس جرم میں ملوث ہوتے ہیں۔

اسی طرح 1970 اور 1980 کی دہائی کے دوران آدی واسی بھی خود کو منظّم کرتے رہے اور مساوی حقوق کا مطالبہ کرتے رہے اور اس بات کا بھی مطالبہ کرتے رہے کہ ان کی زمینیں اور وسائل ان کو واپس کیے جائیں۔ انھیں طاقتور سماجی گروہوں کے غضب کا بھی سامنا کرنا پڑا اور وہ تشدد کا نشانہ بھی بنے۔

یہی وجہ ہے کہ اس ایکٹ میں جرائم کی ایک طویل فہرست ہے جس میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کے تصور سے ہی دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ اس ایکٹ میں خطرناک جرائم ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کتنے خوفناک کام کرنے کا اہل ہے۔ ان معنوں میں ایسے قوانین نہ صرف سزا متعین کرتے ہیں بلکہ ہمیں سوچنے اور عمل کرنے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔

اس ایکٹ میں کئی سطحوں پر جرائم کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ اوّل یہ کہ اس میں جسمانی طور سے خوفناک اور اخلاقی سطح پر قابل مذمّت (Morally Reprehensible) اور اہانت آمیز جرائم کی فہرست دی گئی ہے۔ اس کا مقصد ایسے لوگوں کو سزا دلانا ہے جو (i) درج فہرست ذات یا درج فہرست قبائل کے کسی فرد کو ایسی چیزیں کھانے کے لیے مجبور کرے جو گندی ہوں اور کھانے کے لائق نہ ہوں.......(iii) درج فہرست ذات یا درج فہرست قبائل کے کسی فرد کو ننگا کرے یا ننگا گھمائے یا اس کے چہرے یا جسم پر رنگ لگائے یا کوئی ایسا کام کرے جو انسانی وقار کے منافی ہو.........

دوسرے اس میں ایسے کاموں کی فہرست بھی ہے جن کے ذریعے دلتوں اور آدی واسیوں کو ان کے معمولی وسائل سے بھی محروم (Disposses) کیا جاتا ہے یا جوز بردستی ان سے بندھوا مزدوری کرواتے ہیں۔ اس طرح یہ ایکٹ ان لوگوں کے لیے سزائیں تجویز کرتا ہے جو (iv) غلط طریقے سے ایسی زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں یا جوت لیتے ہیں یا اپنے نام منتقل کرا لیتے ہیں جو درج فہرست ذات یا درج فہرست قبائل کے کسی فرد کی ملکیت ہو یا اسے دی گئی ہو۔

ایک اور سطح پر یہ ایکٹ تسلیم کرتا ہے کہ دلت اور قبائلی عورتوں کے خلاف مخصوص نوعیت کے جرائم ہوتے ہیں، اس لیے ہر اس شخص کو سزا دینے کی ضرورت ہے جو (xi) کسی درج فہرست ذات یا درج فہرست قبیلے کی عورت کو زخمی کرتا ہے یا بے عزت کرنے کی نیت سے جبر کرتا ہے....

کیا آپ 1989 کے ایکٹ کی دو دفعات بیان کر سکتے ہیں؟

فرہنگ کو دیکھیے اور اصطلاح 'اخلاقی سطح پر قابل مذمت (Morally Reprehensible) سے کیا سمجھتے ہیں۔ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

پنڈت، اپنے دل کو علم کے لیے ٹٹولو
چوں کہ تم چھوت چھات پر یقین رکھتے ہو اس لیے مجھے بتاؤ کہ یہ کہاں سے آئی۔
لال رس، پیلے رس اور ہوا کو ملاؤ
جسم کے برتن میں ایک جسم پکتا ہے...
ہم چھو کر کھاتے ہیں، ہم چھو کر دھوتے ہیں، ایک چھو لینے سے دنیا پیدا ہوئی۔
اس لیے کبیر کا سوال ہے کون ہے جسے چھوا نہیں گیا۔
صرف وہ عورت
جو خام خیالی سے آزاد ہے!

اس نظم میں کبیر نے پجاری سے براہ راست سوال کرتے ہوئے چیلنج کیا ہے کہ چھوت چھات کہاں سے آئی ہے۔ اس نے پجاری سے کہا ہے کہ وہ اپنے دل کو ٹٹولے، مذہبی گرنتھوں کو نہیں۔ کبیر یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہر انسان خون اور ہوا کا مرکب ہے اور ماں کے پیٹ میں وہ نو مہینے رہا ہے اور دنیا کی ہر شے کسی چیز کو چھونے ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ خواہ وہ برتن ہو، انسان ہو یا کوئی تصویر۔

کبیر ''اچھوت'' لفظ کو نئے معنی پہناتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''اچھوت'' تو علم کی اعلیٰ ترین شکل ہے: اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جسے تنگ نظری اور محدود خیالات نے نہ چھوا ہو۔

اس طرح کبیر آخر کار چھوت چھات کے خیال کو بالکل ہی الگ معنی پہناتے ہیں: اس کے حقیر ترین مطلب سے اسے بلند ترین وقار کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں!

ہاتھوں سے فضلہ صاف کرنے کا عذاب

دستی صفائی سے اس عمل کی طرف اشارہ ہے کہ انسانوں یا جانوروں کے فُضلے کو جھاڑو، ٹین اور پلیٹ کے ذریعہ ٹوکری میں ڈال کر اور اس ٹوکری کو سر پر رکھ کر کچھ دوری پر ٹھکانے لگایا جائے۔ دستی صفائی کرنے والا اس فُضلے کو ڈھونے کا کام کرتا ہے۔ یہ کام دلت عورتیں اور نوجوان لڑکیاں کرتی ہیں۔ آندھرا پردیش کی دستی صفائی کرنے والوں کی ایک تنظیم 'صفائی کرم چاری آندولن' کے مطابق دلت فرقے کے 13 لاکھ آدمی ملک میں اس کام کے لیے ملازم ہیں جو 96 لاکھ پرائیویٹ انفرادی اور اجتماعی خشک بیت الخلا (جو میونسپلٹیوں کے زیرِ انتظام ہیں) کی صفائی کرتے ہیں۔

دستی صفائی کرنے والے جن غیر انسانی حالات میں کام کرتے ہیں ان میں انھیں خطرناک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چھوت لگنے والی چیزوں سے ان کا سامنا براہ راست ہوتا ہے جو آنکھوں، جلد، نظام تنفس اور اعضائے انہضام (معدہ اور آنتوں) کو متاثر کرتی ہیں۔ انھیں اس کام کی تنخواہ بھی بہت کم ملتی ہے۔ شہری میونسپلٹیوں میں کام کرنے والے روزانہ 40-30 روپے کماتے ہیں اور پرائیویٹ (انفرادی) کام کرنے والوں کو تو اس سے بھی کم ملتا ہے۔

آپ اس کتاب میں پہلے پڑھ چکے ہیں کہ چھوت چھات کے رواج کو ہندوستان کے دستور نے ختم کر دیا ہے۔ لیکن دستی صفائی کرنے والے ملک کے مختلف حصوں میں، جیسے گجرات کے بھنگی، آندھرا پردیش کے پاکھی اور تامل ناڈو کے شکالیر ذات کے لوگ اب بھی اچھوت سمجھے جاتے ہیں۔ یہ اکثر گاؤں کے کنارے الگ بستی میں رہتے ہیں اور انھیں مندر میں جانے یا عوامی پانی کی سہولت بھی دستیاب نہیں ہے۔

حکومت نے دستی صفائی اور خشک بیت الخلا کی تعمیر کے خلاف قانون (امپلائمنٹ آف مینول اسکیونجرس اینڈ کانسٹرکشن آف ڈرائی لیٹرنس ایکٹ، 1993 میں پاس کیا۔ یہ قانون دستی صفائی کا کام لینے اور خشک بیت الخلا بنانے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ 2003 میں صفائی کرمچاری آندولن اور 13 دیگر تنظیموں (جن میں 7 افراد فضلہ ڈھونے والے شامل تھے) نے سپریم کورٹ (عدالت عظمیٰ) میں ایک عوامی مفاد کا مقدمہ (Public Interest litigation) دائر کیا۔ انھوں نے شکایت کی کہ دستی صفائی کا کام حکومت کے اداروں، جیسے ریلوے میں اب بھی ہو رہا ہے۔ درخواست گزاروں نے بنیادی حقوق کے نفاذ کی درخواست کی۔ عدالت نے دیکھا کہ 1993 کے قانون کے بعد دستی صفائی کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اس نے مرکزی حکومت کے تمام وزارتوں/محکموں کو ہدایت دی کہ چھ مہینے کے اندر حقائق کا پتہ لگائیں اگر دستی صفائی کا اب بھی وجود ہے تو حکومت کے محکمہ کو طے شدہ مدت کے ساتھ ایک پروگرام فوراً بنا لینا چاہیے تاکہ ایسے لوگوں کو نجات دلائی جا سکے اور ان کی باز آبادکاری کی جا سکے۔

ہاتھ سے فضلہ اٹھاتی ایک صفائی مزدور

صفائی کرمچاری آندولن کے ممبران ایک خشک بیت الخلا کو مسمار کرتے ہوئے۔

''دستی صفائی'' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

صفحہ 14 پر بیان کیے گئے بنیادی حقوق کو دوبارہ پڑھیے اور ایسے دو حقوق کی نشاندہی کیجیے جنھیں صحیح معنوں میں پامال کیا جا رہا ہے؟

صفائی کرمچاری آندولن نے 2003 میں عوامی مفاد کا مقدمہ (PIL) کیوں دائر کیا؟ اپنی درخواست میں انھوں نے کیا شکایت کی؟ 2005 میں سپریم کورٹ نے اس پر غور کرنے کے بعد کیا کیا؟

آدی واسیوں کے مطالبات اور 1989 کا قانون

1989 کا قانون ایک اور اہم ترین قانون ہے۔ آدی واسیوں کے لیے کام کرنے والے اس قانون کے حوالے سے ایسی زمینوں پر ان کے حق کا دفاع کرتے ہیں جو روایتی طور سے ان کی ہیں۔ جیسا کہ آپ پچھلے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ آدی واسی اپنی زمینوں کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ انھیں زبردستی نکالا گیا۔ ان کے حامیوں کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے آدی واسیوں کی زمینوں پر زبردستی یا غیر قانونی طور پر قبضہ کیا ہے انھیں اس قانون کے تحت سزا ملنی چاہیے۔ انھوں نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ یہ قانون اِن لوگوں کے ساتھ کیے گئے دستوری وعدوں کو صرف دوہراتا ہے--- یعنی قبائلیوں کی زمینوں کو بیچا نہیں جا سکے گا اور غیر قبائلی اسے خرید نہیں سکیں گے۔ جہاں ایسے معاملات ہو چکے ہیں وہاں آئین یہ ضمانت دیتا ہے کہ قبائلیوں کو یہ حق ہے کہ انھیں ان کی زمینیں واپس لوٹا دی جائیں۔

آدی واسیوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی ایک خاتون سی۔ کے۔ جانو نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ دستور میں قبائلیوں کو دیے گئے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والوں میں ہندوستان کی بہت سی ریاستی حکومتیں بھی شامل ہے۔ کیوں کہ یہ حکومتیں ہی ہیں جو لکڑی کے تاجروں اور کاغذ ملوں کی شکل میں غیر قبائلی غاصبوں کو، قبائلی زمینوں کے استحصال کی اور جنگلات کو محفوظ علاقے بنانے کے اعلان کرکے، قبائلی زمینوں سے ان کے زبردستی اخراج کی اجازت دی ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان واقعات میں جہاں قبائلیوں کو پہلے ہی نکال دیا گیا ہے اور وہ اپنی زمینوں پر واپس جانے کے قابل نہیں ہیں لازمی طور سے ان کو معاوضہ دیا جائے۔ آئینی حکومت کو چاہیے کہ ان کے دوسری جگہ رہنے کا انتظام اور روزگار کے لیے پلان اور پالیسی وضع کرے۔ حکومت نے بہر حال قبائلیوں کی ہڑپ کی گئی زمینوں پر صنعتی اور دوسرے منصوبوں کی تعمیر پر کثیر رقم خرچ کی ہے۔ پھر اسے بے گھر لوگوں کو بسانے کے لیے ایک معمولی رقم خرچ کرنے میں ہچکچاہٹ کیوں ہوتی ہے؟

ماحصل

اب یہ بات ہم پر واضح ہوگئی ہے کہ حقوق، قانون یا پالیسی ان سب کے کاغذ پر لکھے ہونے سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقت میں ان کا وجود ہر جگہ ہے۔ ان کے حصول کے لیے لوگوں کو مسلسل کوشش کرنا چاہیے، ہر منزل پر جدوجہد کرتے رہنا چاہیے تاکہ نظریاتی طور پر جسے قبول کرلیا گیا ہے اسے اصولوں کی شکل میں ڈھالا جاسکے اور عمل کے لیے ساتھ ہی سب باشندوں بلکہ لیڈروں کی رہنمائی مل سکے۔ مساوات، وقار اور عزت کی خواہش کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہم نے اس باب میں دیکھا کہ یہ خواہش کسی نہ کسی صورت میں ہماری پوری تاریخ میں موجود رہی ہے۔ اسی طرح آج کے اس جمہوری دور میں بھی یہ خیال، کوشش، جدوجہد، تحریری اظہار، گفتگو یا تبادلۂ خیال اور تحریک بہر حال جاری رہنا چاہیے۔

مرکزی حکومت نے درج فہرست قبائل اور دوسرے روایتی طور پر جنگلات میں رہنے والوں کا (جنگلات کا حق تسلیم کرنے) کا قانون 2006 پاس کیا۔ اس ایکٹ کے تعارف میں کہا گیا ہے کہ اس ایکٹ کا مقصد ان تاریخی ناانصافیوں کا ازالہ کرنا ہے جو کہ جنگلات میں رہنے والوں کی زمین اور اس کے وسائل پر ان کے حقوق کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کی گئیں۔ یہ حق ان کی رہائش گاہوں، قابل کاشت زمینوں اور چراگاہوں اور عمارتی لکڑی کو چھوڑ کر جنگلات کی دوسری پیداوار پر ان کے حقوق کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ ایکٹ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ جنگلات میں رہنے والوں کے حقوق میں جنگلات کا تحفظ اور اس کے انواع کی حیاتی رنگارنگی بھی شامل ہے۔

مشقیں

1۔ دو ایسے بنیادی حقوق کی نشاندہی کیجیے جن کا استعمال دلت پُر وقار اور مساویانہ سلوک کے لیے کر سکتے ہیں۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے صفحہ 14 پر درج بنیادی حقوق کو دوبارہ پڑھیے۔

2۔ رتنم کا قصہ اور 1989 کے قانون درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل پر ظلم روکنے کی بغاوت کو دوبارہ پڑھیے۔ اب ایک وجہ بتائیے جس کی بنیاد پر رتنم نے شکایت درج کرانے کے لیے اس قانون کا استعمال کیا۔

3۔ آدی واسیوں کے لیے کام کرنے، والے بشمول سی کے جانو، ایسا کیوں یقین رکھتے ہیں کہ آدی واسی 1989 کے قانون کو ''محرومی'' کے خلاف جنگ کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں؟ کیا قانون میں ایسا کوئی خاص اہتمام ہے جو انھیں ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

4۔ اس اکائی میں درج کی گئی نظموں اور گیتوں سے ان طریقوں کی وسعت کا پتہ چلتا ہے جن کو لوگوں نے اپنے خیالات، غضب وغصہ اور رنج وغم کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ کلاس میں درج ذیل دو مشقیں کیجیے:

(a) ایک ایسی نظم تلاش کر کے کلاس میں لائیے جس میں کسی سماجی مسئلے کا بیان ہو۔ اپنے ہم جماعت لڑکوں کے ساتھ اسے پڑھیے۔ چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر دو یا دو سے زیادہ نظموں کے معنی اور شاعر کے پیغام پر بحث کیجیے۔

(b) اپنی آبادی کے ایک حاشیہ بند فرقے کی شناخت کیجیے۔ اس فرقے کے ایک رکن کی حیثیت سے ایک نظم یا ایک گانا لکھیے یا ایک اشتہار تیار کیجیے جس میں آپ کے جذبات کا اظہار ہو۔

فرہنگ

زور دینے والا (Assertive): ایک زور دینے والا شخص یا گروہ وہ ہے جو اظہار مطلب اور خیالات کو پُر زور انداز میں ظاہر کرتا ہے۔

سامنا کرنا (Confront): کسی شخص یا چیز کو چیلنج کرنے کے لیے آمنے سامنے ہونا اس باب کے سیاق میں اس کا اشارہ ان گروہوں کی طرف ہے جو اپنی حاشیہ بندی کو چیلنج کرتے ہیں۔

محروم کرنا (Dispossessed): To possess کا مطلب کسی شے کی ملکیت رکھنا ہوتا ہے اور Dispossess کا مطلب ہے ملکیت کو چھوڑ دینا یا حقوق سے دست بردار کرنا۔

حقّہ پانی بند کرنا (Ostracise): اس کا مطلب کسی فرد یا گروہ پر سماجی پابندیاں لگانا ہوتا ہے۔ اس باب کے سیاق میں اس کا مطلب کسی فرد یا اور اس کے خاندان کا سزا کے طور پر سماجی بائیکاٹ ہے۔

اخلاقی سطح پر قابلِ مذمت (Morally Reprehensible): اس کا اشارہ ایسے فعل کی طرف ہے جو عمدگی اور وقار کی ان تمام قدروں کی بحالی کرتا ہے جن پر سماج یقین رکھتا ہے۔ عام طور سے اس کا اشارہ اس خوفناک اور ٹالنے والے عمل کی طرف ہوتا ہے جو کسی سوسائٹی کی مقبول اقدار کے خلاف ہو۔

پالیسی (Policy): ایک بیان کردہ عمل کا طریقہ یا حکمتِ عملی جو مستقبل کے لیے ہدایت دے، حاصل ہونے والے مقصد کا تعین کرے یا عمل کرنے کے لیے اصول اور ہدایات مقرر کرے۔ اس باب میں ہم نے حکومت کی پالیسیوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن دوسرے ادارے، جیسے اسکول، کمپنیاں وغیرہ بھی اپنی پالیسی رکھتے ہیں۔